حبیب جالب کی شاعری کا غیر سیاسی آہنگ

نزہت جبیں/ڈاکٹر طارق محمود ہاشمی

Abstract:

"Habib Jalib is a prominent figure of contemporary Urdu poetry. As he was very much affiliated with political activities, he was recognized as political activist and his poetry was mostly appreciated in this context and other aspects were neglected. Habib Jalib's poetry has a romantic touch. He has written many songs for Urdu movies. He has written many poems in appreciation of actors, singers and poets, in this perspective his poetry demands be analysed from aesthetical point of view."

حبیب جالب اُردو شاعری کا ایک اہم نام ہے جس کو نظیر اکبر آبادی کے بعد واحد "عوامی شاعر" کا اعزاز حاصل ہوا وہ اپنی سیاسی اور انقلابی شاعری کی بدولت مقبول ہوئے تاہم جب اُن کی مکمل شاعری کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ سیاسی شاعری اُس دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے کیونکہ ظلم کے حق بغاوت کرنا اور ڈٹ جانا اُن کی فطرت میں شامل تھا لیکن اُن کا رجحان شاعری کی ابتدا ہی سے غیر سیاسی موضوعات کی طرف رہا ہے انہوں نے گیت، غزل اور نظم میں یکساں طور پر فطری مناظر، حسن و عشق کے معاملات، وطن سے محبت، ہجر و فراق اور تنہائی جیسے موضوعات اپنی تمام تر باریکیوں اور نزاکتوں سمیت برتا ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے حبیب جالب کی شاعری کے ابتدا کے حوالے سے ایک اہم نقطہ بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

> "پہلے رومانی شاعری کرتے تھے۔ اس انداز کا کلام ان کے پہلے مجموعے "برگِ آوارہ" میں شامل ہے۔ بعد میں مزاحمتی شاعری کرتے رہے اور بہت مقبولیت حاصل کی۔"(۱)

اُن کا پہلا شعر جو انہوں نے پندرہ برس کی عمر میں لکھا تھا اُن کی غیر سیاسی شاعری کا نقطہ آغاز ثابت ہوا شعر یوں تھا:

وعدہ کیا تھا آئیں گے، امشب ضرور وہ
وعدہ شکن کو دیکھتے وقتِ سحر ہوا

یہ شعر ایک نوآموز شاعر کی ابتدائی کاوش تھا لیکن بعد میں اُن کی شاعری میں مزید نکھار آتا گیا اُن کی شاعری کے موضوعات میں بھی تنوع اور رنگارنگی کا عنصر نظر آنے لگا۔حبیب جالب نے خارج کے ساتھ ساتھ داخلی واردات کو بھی شاعری میں جگہ دی حبیب جالب نے غزل میں اپنے ذاتی غم اور جنسیات و احساسات کو اس طرح سمویا ہے کہ وہ اجتماعی غم محسوس ہونے لگتا ہے۔قاری اُس دکھ کی گرفت میں خود کو جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔حبیب جالب کی ذاتی زندگی میں جو غربت اور عسرت تھی اُس کی جھلک اُن کی شاعری میں بھی نظر آتی ہے۔بطور رومانوی شاعر حبیب جالب نے محبوب کا مکمل سراپا کھینچا ہے وہ جب محبوب کا تذکرہ کرتے ہیں تو اُس کے رُخسار، ہونٹ، آنکھ اور زلفوں کی مکمل تصویر کھینچ کر رکھ دیتے ہیں۔صرف ظاہری حسن میں ہی نہیں اُن کے ہاں محبوب باطنی حُسن سے بھی مالا مال ہے وہ وفا اور خلوص کا پیکر ہے اُدھر جالب بھی اُس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی بجائے اپنی خودداری اور انا کو برقرار رکھتے ہیں اپنی قدر و قیمت کا ہی احساس انہیں اپنے دور کے دیگر شاعروں میں ممتاز حیثیت عطا کرتا ہے۔

حبیب جالب کا پہلا مجموعہ **برگ آوارہ** عشقیہ شاعری کے حوالے سے مشہور ہے۔ان کا یہ رومانی سفر برگ آوارہ سے شروع ہو کر برگ آوارہ پر ہی اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔اس مجموعے کے نام کی طرح ان کی شاعری میں جگہ جگہ ''آوارہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔یہ لفظ ایک انفرادی اور اجتماعی حوالے سے علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔جالب برگ آوارہ کی طرح محبت کی اجڑی ہوئی راہوں کا مسافر ہے۔ان کے کلیات کی پہلی غزل میں ہی دو اشعار میں ''آوارہ'' کا لفظ نظر آتا ہے۔مثال کے طور پر یہ اشعار:

ایک ہمیں آوارہ کہنا کوئی بڑا الزام نہیں
دنیا والے دل والوں کو اور بہت کچھ کہتے ہیں
وہ جو ابھی اس راہ گزر سے چاکِ گریباں گزرا تھا
اس آوارہ دیوانے کو جالبؔ جالبؔ کہتے ہیں (۲)

اُن کی آوارگی میں تلاش، امید اور جستجو کا جذبہ نظر آتا ہے۔یہی آوارگی انہیں کبھی اس شہر میں کبھی اُس شہر میں لیے پھرتی رہی اُن کی غیر سیاسی شاعری میں خالصتاً وطن سے محبت کا جذبہ بھی غالب نظر آتا ہے۔وطن سے محبت اور آوارگی کا کمال تھا کہ اُنہوں نے پاکستان کے کئی شہروں اور علاقوں کا ذکر کیا ہے جن میں پنجاب، لائل پور، میاں والی، کراچی، لاہور کا ذکر خاص کر شامل ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہجرت کے المیہ کو ان کی شاعری میں کلیدی جگہ حاصل ہے۔یہ ہجرت صرف زمینی ہجرت نہ تھی بلکہ اس میں انسانی رشتوں کے چھوٹ جانے کا غم بھی شامل تھا۔کراچی جیسا رنگینیوں میں بسا ہوا شہر بھی عہد رفتگاں کی رونقوں کو بھلانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔وہ جگہ جگہ چھوڑے ہوئے شہر اور گاؤں کو یاد کرتے ہیں۔

محبت کی رنگینیاں چھوڑ آئے
ترے شہر میں اِک جہاں چھوڑ آئے
بہت دور ہم آگئے اس گلی سے
بہت دور وہ آستاں چھوڑ آئے
بہت مہرباں تھیں وہ گلپوش راہیں
مگر ہم انہیں مہرباں چھوڑ آئے
چلے آئے ان رہگزاروں سے جالبؔ
مگر ہم وہاں قلب و جاں چھوڑ آئے (۴)

حبیب جالب بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں انہوں نے اپنی شاعری کا آغاز بھی غزل سے کیا تھا۔لیکن اُن کی غزلوں میں موجود غنائیت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک کامیاب گیت نگار بھی تھے۔انہوں نے فلمی گیت بھی لکھے اُن کی شاعری میں ایسے گیت بھی ملتے ہیں جو فلمی ضرورت کے تحت نہیں لکھے گئے بلکہ خالصتاً روایتی گیت ہیں۔ان کے گیت اور نظمیں آفاقیت کا عنصر لیے ہوئے خاص کر اُن کی یہ نظم "ظلم رہے اور امن بھی ہو" آفاقی احساس رکھتی ہے۔

زندگی کے تلخ تجربات کا عکس ان کی شاعری میں صاف نظر آتا ہے اسی لیے اُس کی شاعری میں طنز اور حقیقت کا امتزاج نظر آتا ہے اِنہوں نے اپنے اشعار میں انسانی رویوں میں پیدا ہونے والی منافقت اور زمانے کی بے دردی کا شکوہ بار ہا کیا ہے۔حبیب جالب کی بیشتر نظمیں کوئی نہ کوئی عنوان لیے ہوئے ہیں۔ہم اسے موضوعاتی شاعری بھی کہہ سکتے ہیں۔ان کے تمام کلام میں یہ تکنیک نظر آتی ہے کہ وہ موضوع کا انتخاب کرنے کے بعد اُس پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔انہوں نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ گیت کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔

حبیب جالب کی کچھ نظمیں دور حاضر کے اُن ادیبوں کے نام لکھی گئیں ہیں جو شاعری دولت و حشمت کی خاطر کرتے ہیں ان نظموں میں "مشاعرہ"، "میں خوش نصیب شاعر"، "آدم جی ایوارڈ"، "صحافی سے"، "رائٹرز گلڈ" اور "ادیبوں کے نام" ایسی ہی نظمیں ہیں جن میں انہوں نے مفاد پرست شاعروں اور ادیبوں پر شدید طنز کیا ہے۔

اس کے علاوہ ان کی متعدد نظمیں ایسی ہیں جو انہوں نے مختلف فنکاروں کی تحسین میں تخلیق کیں۔ایسی نظموں میں فلمی اداکار، گلوکار، شاعر، ادیب اور مصور شامل ہیں۔اس سلسلے میں اُن کی نظم میراجی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جس میں انہوں نے میراجی کو بطور گیت نگار سراہا ہے اور ان کے اسلوب شاعری کی تحسین کی ہے۔

گیت کیا کیا لکھ گیا، کیا کیا فسانے کہہ گیا
نام یونہی تو نہیں اس کا ادب میں رہ گیا
ایک تنہائی رہی اُس کی انیس زندگی
کون جانے کیسے کیسے دکھ وہ تنہا سہہ گیا
سوز میرا کا ملا جی کو تو میرا جی بنا

دلنشیں لکھے سخن اور دھڑکنوں میں رہ گیا
درد جتنا بھی اسے بے درد دنیا سے ملا (۴)

حبیب جالب بنیادی طور پہ رومانی شاعر تھے لیکن اُن کی رومانی شاعری کو ہدفِ تنقید بنانے والوں نے ان پہ روایتی شاعری کرنے کا الزام بھی لگایا ہے ان کی رومانی شاعری ان کی رودادِ حیات ہے ۔حبیب جالب کی سیاسی شاعری سے قطع نظر ہو کر جب برگ آوارہ اور دیگر مجموعہ ہائے کلام پہ نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت تسلیم کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتا کہ اس کی آوارگی کی شاعری سیاسی کے مقابلے میں زیادہ طاقتور رہے۔

حبیب جالب کی شاعری عام طور پہ نقاد اور قاری احتجاجی اورنظریاتی شاعری ہی سمجھتا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اُنہوں نے عوامی جذبات کی ترجمانی کے لیے اس صنف کو استعمال کیا یہی وجہ ہے کہ عوامی شاعری کے حوالے سے انہوں نے پاکستانی ادب پہ گہرے نقوش مرتب کیے،اسی لیے وہ آج بھی عوام کے دلوں میں زندہ ہیں ۔ان کی غیر سیاسی شاعری عام قاری کے جذبات واحساسات پہ زیادہ موثر طریقے سے اثر انداز ہوتی ہے ۔

جہاں تک حبیب جالب کا فلمی گیتوں کو باقاعدگی سے لکھنے کا تعلق ہے تو اُس کا آغاز اُن کی زندگی میں حادثاتی طور پہ ہوتا ہے لاہور قیام کے دوران وہ ہدایت کار مرتضٰی جیلانی، اور ایچ ایم آزاد (اداکار) کے ساتھ رائل پارک میں رہا کرتے تھے اِن ہی دنوں انور پاشا نے ایک فلم "دو آنسو" بنانے کا اعلان کیا۔جس کی ہدایت کاری کے فرائض مرتضٰی جیلانی کو سونپے گئے ۔حبیب جالب اِن دنوں بطور شاعر اتنے تجربہ کار نہیں تھے ۔محض معمولی سی مشق کر رکھی تھی ۔مرتضٰی جیلانی نے حبیب جالب کو ایک مصرعہ "اک حال میں ہمیشہ رہتا نہیں زمانہ" دے کر اس پہ مصرع لگانے کو کہا تو انہوں نے جھٹ کہا۔ "کیوں ہنس رہی ہے دُنیا سُن کر مرا فسانہ"(۵)

"فلم دو آنسو" کے لیے حبیب جالب نے تین شعر کہے جس کے پیسے تو اُنہیں ادا کر دیئے گئے لیکن نام بدایونی کا دے دیا گیا ۔"(۶)

جب حبیب جالب کراچی سے چلے آئے تو ایم ایچ آزاد نے ایک نئی فلم شروع کی خلیل احمد اس کے میوزک ڈائریکٹر تھے جن کی کمپوزیشن میں نذیر بیگم نے دو گانے ریکارڈ کروائے لیکن یہ فلم نہ بن سکی ۔(۷)

حبیب جالب کے بھائی سعید پرویز کے مطابق حبیب جالب نے پہلا فلمی گیت ۱۹۵۶ء میں "مس ۵۶" نامی فلم کے لیے کراچی میں لکھا تھا۔اِس فلم کے ڈائریکٹر روپ کے۔شوری اور موسیقار جی ۔اے چشتی تھے ۔اور گیت مہدی حسن اور نذیر بیگم نے گایا تھا گانے کے بول یہ تھے:

یہ چاندنی یہ سائے
پہلو میں تم ہو میرے
پھر کیوں نہ پیار آئے (۸)

حبیب جالب کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو اُن میں بہت سے گیت ایسے بھی ملتے ہیں ۔جو اُنہوں نے فلمی کہانی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے لکھے بلکہ ایک خاص روایت کے تحت لکھا گیا ہے کیونکہ اِن گیتوں میں

ہندی کے بھی موجود ہے مثلاً:

پیا پیا گائے ری کوئل
پیا پیا کیوں گائے
کیوں ہم کو تڑپائے ری کوئل
کیوں ہم کو تڑپائے
روز پکارے اپنے پیا کو
چین نہ آئے تیرے جیا کو
سن کے تیری پُر درد صدائیں
من اپنا بھر آئے ری کوئل
کیوں ہم کو تڑپائے (۹)

حبیب جالب کی حمدیہ اور نعتیہ کلام سے آپ کی شخصیت کی نئی جہت ہمارے سامنے کھل گئی ہے آپ اپنی ذات میں ایک آوارہ ہیں۔زندگی کی بے پناہ مصروفیت کے باوجود آپ کا کلام یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ کو اپنے مذہب سے بے حد لگاؤ تھا۔آپ نبی اکرمﷺ سے عقیدت رکھتے تھے۔آپ کے دِل میں نبیﷺ کے لیے احترام اور محبت موجود تھا جو کہ وقت آنے پر عیاں ہوگیا۔بالکل اِسی طرح جیسے لاوا زمین کے اندر بہت پہلے سے بن رہا ہوتا ہے جونہی اُسے موقع ملتا ہے وہ سطح زمین پر آجاتا ہے۔وہ اپنی محرومی کا حال اپنے نبیﷺ کی عقیدت میں پیش کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ آپ ہماری مدد کو آئیں۔آپ نے اپنی ساری زندگی دوسروں کی خوشی کے لیے گزار دی اور وہ جب نبی اکرمﷺ سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہاں بھی اپنے لوگوں کا حال ہی پیش کرتے ہیں۔آپ کا اندازِ زندگی قلندرانہ تھا جس کو اپنی بالکل بھی پروا نہیں تھی۔

حبیب جالب نے روایت پر چلنے کی بجائے اپنا راستہ خود تلاش کیا اور یہی اُن کی انفرادیت ہے۔ان کے اشعار سے اُن کی آپ بیتی مرتب کی جا سکتی ہے۔اُن کے بارے میں یہ کہنا کسی صورت درست نہیں کہ وہ ہنگامی اور سیاسی شاعری ہی کرتے تھے۔اُن کی شاعری میں جذبے کی گہری اور عصری رجحانات پوری قوت سے ابھرے ہیں۔اُنہوں نے وہ لکھا جو ہر شخص کہنا چاہتا تھا۔یہی جالب کا خاص رنگ ہے جو اُن کے دیگر ہمعصروں کے ہاں مفقود ہے۔

حبیب جالب نے اپنی شاعری میں جن عوامی جذبات و احساسات کی نمائندگی کی ہے اُس نے اُن کی شاعری کو آفاقیت کے درجے پر پہنچا دیا ہے۔اُن کے بعد کے دور کے شاعروں میں سے کئی ایک نے اُن کے اس آہنگ کو اپنانے کی کوشش کی لیکن جالب جالب ہی تھا۔اُس کے مقام کو کوئی نہ پہنچ سکا۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی نوجوان اُن کے بہت سے اشعار پڑھتے نظر آتے ہیں نہ صرف نوجوان بلکہ ہر عمر کے لوگوں میں اُن کی شاعری یکساں مقبول ہے اور مقبولیت کا یہ گراف بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

حوالہ جات:

(۱) ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، **انتخابِ دیوانِ اُردو غزل**، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۹ء، (طبع دوم)، ص ۳۳۹

(۲) حبیب جالب، **کلیاتِ حبیب جالب**، لاہور: طاہر سنز پبلشرز، ۲۰۱۲ء، (طبع سوم)، ص ۲۳

(۳) ایضاً، ص ۲۸۔۲۹

(۴) ایضاً، ص ۳۸۷

(۵) طاہرہ جالب، طاہر اصغر، مرتبین: **جالب بیتی**، لاہور: طاہر سنز، ۲۰۱۱ء، ص ۳۱۸

(۶) ایضاً

(۷) علی سفیان آفاقی، ندیم اپل، بحوالہ: **جالب ۔ انصاف کا طالب**، لاہور: مکتبہ القریش، ۱۹۹۴ء، ص ۲۰۲

(۸) سعید پرویز، مجلّہ ۱۹۹۴ء، ص ۸۰

(۹) حبیب جالب، **کلیاتِ حبیب جالب**، ص ۵۴